OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

تعمیر فرد و معاشرت اور اسلامی تعلیمات: ایک مطالعہ

Character Building of an Individual and Society: A Study in the Light of Islamic Teachings

Dr. Ghulam Hussain
Associate Professor, Arid Agriculture University Rawalpindi
Hafiz Muhammad Faisal
Lecturer, Arid Agriculture University Rawalpindi

Abstract

Islam has given us different principles of social reformation. Comprehensive Islamic strategy is available to address contemporary issues relating human society. Socio Economic justice is core patron of Islam to establish inclusive and peaceful society. Islamic cultural values are also best source of peace, protection and prosperity. Character building and social development totally depends on inclusive values of Islamic civilization. Islamic thought in the shape of *Ijtihād* is the best source to conquer contemporary issues prevailing in modern world.

Keywords: Character Building, Individual, Society, Islamic Teachings

تمہید

اسلامی معاشرت کی بنیاد ایک ایسا نظریہ ہے جو توحید، رسالت آخرت، حسنِ اخلاق، صلح رحمی، عفو و درگزر، حمیت، اخوت، مساوات اور عدل کے پیمانوں سے مزین ہے، رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی عصبیت کا کوئی پہلو اسلامی نظریہ حیات میں موجود نہیں ہے، تمام نسبتوں کے اعتبار سے اسلام اعتدال اور توازن کا قائل ہے۔ اسلام بحیثیت نظریہ حیات ایک آئینہ اور نظارہ کے طور پر موجود ہے جس میں بنی نوع انسان کے لئے عافیت اور اطمینان کا پیغام موجود ہے، اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر تربیت و تشکیل پانے والی معاشرت یقینا ایک منفرد معاشرت ہو گی جس میں انفرادیت اور اجتماعیت کے سبھی قواعد موجود ہوں گے، اس معاشرت میں تعمیر و اصلاح کا بنیادی ذریعہ آسمانی حقیقت (وحی) ہو گا مگر انسانی عقل اور تجربات و مشاہدات کو بھی بروئے کار لایا جائے گا۔ معاشرتی تعمیر و ترقی میں "عدلِ اجتماعی" کو بنیادی حیثیت حاصل ہو گی اور لوگوں کے بنیادی حقوق یعنی جان، مال اور

CC BY

عزت و آبرو کو تحفظ حاصل ہو گا۔ اور زمانے کی نسبت سے وقوع پذیر ہونے والے تغیرات کے پیش نظر ایسے معاشرتی ضابطے متعارف کرائے جائیں گے جس سے تعمیر و ترقی کا عمل آگے بڑھے گا۔ تاریخ انسانی کے پہلے ادوار میں معاشرتی صلاح و فلاح کی تمام تر ذمہ داری انبیاعلیہم السلام کے ذمہ تھی مگر اب چونکہ رسالت و نبوت کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور اب قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ہدایت کا مرکز و محور قرآن مجید اور آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ رہے گا۔ اسلامی تعلیمات میں یہ بات اب ایک بنیادی اصول کے طور پر طے پا چکی ہے کہ تعمیر معاشرت اور اصلاح دنیا کا بنیادی دستور "قرآن اور سنت" ہے اور اسی دستور کی روشنی میں زمانے کی نسبت سے پائے جانے والے مسائل کا حل نکالا جائے گا۔

تعمیر معاشرت کے بنیادی اصول

قرآن و سنت میں تعمیر معاشرت کے بنیادی اصول کا تعین کیا گیا ہے تمام انبیاعلیہم السلام نے معاشرتی تعمیر و ترقی کا آغاز جس پہلو سے کیا تھا وہ "عقیدہ اور نظریہ" تھا اور خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ نے بھی دعوتِ اسلام میں عقیدہ کو اولیت دی تھی، اسلامی تعلیمات میں عقیدہ اور نظریہ حیات سے متعلق جو قواعد قرآن و سنت میں موجود ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نظریہ حیات کا تعین

کسی بھی قوم کی بقا اور ترقی کا ضامن اس قوم کا نظریہ ہوتا ہے۔ نظریاتی قوت سے ہی قومیں دنیا میں زوال سے عروج کا سفر طے کرتیں ہیں اس لئے تمام انبیاعلیہم السلام نے اپنی قوموں کو سب سے پہلے نظریہ توحید کی تعلیم دی تھی۔ اور قوموں کے فکری بگاڑ کو درست کرنے کی کوشش کی تھی، تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنی فکری اصلاح کی تو پھر اسے دنیا میں عزت، اور کامرانی حاصل ہوئی اور اس کے مقابل تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب کوئی قوم فکری بگاڑ کا شکار ہوئی تو پھر دنیا میں عزت و کامرانی سے محروم ہو گی۔ سید ابوالاعلی مودودی نے قوموں کی تعمیر و ترقی میں نظریہ کی اہمیت پر کچھ یوں روشنی ڈالی ہے، ایک قوم کو جو چیز زندہ اور طاقتور اور سربلند بناتی ہے وہ اس کے مکان، اس کے لباس، اس کی سواریاں، اس کے اسباب عیش، اس کے فنون لطیفہ، اس کے کارخانے اس کے کالج نہیں ہیں بلکہ وہ اصول ہیں بلکہ وہ اصول ہیں جن پر اس کی تہذیب قائم ہوتی ہے اور پھر ان اصولوں کا دلوں میں راسخ ہونا اور اعمال پر حکمراں بن جانا ہے یہ تین چیزیں، یعنی اصول کی صحت، ان پر پختہ ایمان اور عملی زندگی پر ان کی کامل فرماں روائی حیات قومی میں وہی حیثیت رکھتی ہیں جو ایک عمارت میں اس کی مستحکم بنیادوں، اسکی پختہ دیواروں اور اس کے مضبوط ستونوں کی ہے جس قوم میں یہ تینوں چیزیں بدرجہ اتم موجود ہوں وہ دنیا پر غالب ہو کر رہے گی اس کا کلمہ بلند ہو گا خدا کی زمین پر اس کا سکہ چلے گا، دلوں میں اس کی دھاک بیٹھے گی، گردنیں اس کے حکم کے آگے جھک جائیں گی اور اس کی عزت ہو گی۔[1] قرآن مجید میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ جو لوگ اعتقادی اعتبار سے استحکام رکھتے ہوں گے، مشرکانہ عقائد کو رد کرتے ہوں گے ان کا کردار دنیا میں بہت منفرد ہو گا فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَاوَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ[2]"جو طاغوت کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی تھام لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے کہ جو لوگ کفر اور نظریاتی اعتبار سے بدحالی کا شکار ہوں گے ان کی دنیا میں کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں ہو گی چاہے مادی اعتبار سے وہ جتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْلِيَآءَ

كَمَثَلِ ٱلْعَنكَبُوتِ ٱتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ ٱلْبُيُوتِ لَبَيْتُ ٱلْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ[3] "جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کا کارساز ٹھہرایا ان کی مثال ہے جیسے مکڑی! کہ وہ گھر بناتی ہے حالانکہ سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے"

اسلامی نظریہ حیات کی اثر پذیری کے حوالے سے ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں کہ، اسلام کی تیز رو اور ہمہ جہت ترقی و اشاعت اور تہذیب و تمدن میں دنیا کی قیادت اس کے اسی صحت بخش نظریہ اور ترقی پذیر نظام کے باعث تھی، اس کے سرعت سے پھیلنے کا سبب یہ تھا کہ وہ ان کثیر انسانی جماعتوں کی قانونی اور معاشرتی مساوات کی تعلیم دیتا تھا جو ہر طرح کے ظلم اور زیادتی کا شکار ہو رہی تھیں۔ چند صدیاں گزرنے کے بعد اگرچہ اس کی رفتار سست پڑ گئی اور اسلام کے حریت افروز اور ترقی پذیر نظام میں رسمی اور تقلیدی فرعوسات کی وجہ سے جمود پیدا ہو گیا، تاہم بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ اسلام کا فقہی نظام بھی ترقی کر تا رہا اور بڑے بڑے فقہا قانون و رواج کے ایسے طریقوں کی نشر و اشاعت کرتے رہے جو نئے حالات سے مطابقت پیدا کر سکیں لیکن، ان کی یہ کوشش رہی کہ روح اسلام سے، جو معاشرتی عدل کی روح سے مماثل ہے، سر مو تجاوز نہ ہونے پائے۔ حیات اسلامی کی نمود، ایک نظام کی صورت میں ہوئی اور یہ آزادانہ نظام اس وقت تک قائم رہا جب تک زندگی کی امنگ مسلم قوم میں تخلیقی اور ترقی پذیر رہی۔[4] یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تعمیر معاشرت کا بنیادی اصول "نظریاتی استحکام" سے جڑا ہوا ہے لیکن عصرِ حاضر میں امت مسلمہ نظریاتی تضادات کا شکار ہے اور مسلمان نظریاتی الجھنوں کا شکار ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امت مسلمہ اور نظریاتی کشمکش

اگرچہ امت مسلمہ مختلف النوع مسائل کا شکار ہے لیکن نظریاتی اعتبار سے مسلمان آج منقسم ہیں اور نظریاتی تضاد اپنی آخری حدوں تک پہنچا ہوا ہے دنیا کے بعض خطوں میں مسلمان آپس میں اس قدر نظریاتی تضادات کا شکار ہو گئے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے اور بعض مقامات پر نظریاتی کشمکش قتل و غارت کا روپ بھی دھارے ہوئے ہے جس کے نتیجے میں کئی بے گناہ لوگ موت کے بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ مولانا گوہر رحمٰن نے مسلمانوں میں موجود نظریاتی اختراق کو کچھ اس انداز سے پیش کیا ہے، مسلمانوں کی حالت کا اگر مطالعہ کیا جائے تو صورتِ حال کچھ اس طرح بنتی ہے کہ چار قسم کے مسلمان سامنے آتے ہیں۔ 1۔ پہلی قسم ان مسلمانوں کی ہے جو اسلام کو بطور نظام حیات ابھی سمجھتے ہی نہیں ہیں اس نوع کے مسلمان غالب ترین اکثریت میں ہیں، ان کے نزدیک اسلام عبادات اور مخصوص قسم کے رسوم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے انکو یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں معیشت، معاشرت اور سیاست کے شعبے بھی ہیں اور یہ مکمل نظام حیات ہے۔2۔ دوسری قسم ان مسلمانوں کی ہے جو اسلام کو بطور نظام سمجھ چکے ہیں لیکن ان پر مفاد پرستی اور خود غرضی غالب ہے اس قسم کے مسلمانوں کی تعداد بھی کافی ہے ان کے دلوں میں دین کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔3۔ تیسری قسم ان رسمی اور نسلی مسلمانوں کی ہے جو شعوری طور پر سیکولرازم اور لادینی نظام کو درست سمجھتے ہیں اور دور حاضر میں اس نظام کے نفاذ کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں یہ لوگ اگرچہ تھوڑی تعداد میں ہیں لیکن معاشرے میں بااثر ہیں اور بدقسمتی سے ریاست کے اہم ترین اور حساس اور موثر قسم کے مناصب پر فائز ہیں۔4۔ چوتھی قسم ان خوش نصیب اور سعادت مند مسلمانوں کی ہے جو اسلام کا جامع تصور و شعور بھی رکھتے ہیں اور ان پر دنیا کی فکر اور مفاد پرستی اور خود غرضی غالب بھی نہیں ہے، یہی مسلمان ہیں جو دین کو غالب کرنے اور طاغوتی نظام کو مٹانے کی جدوجہد کرتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں لیکن اس قسم کے شعوری اور جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان بہت ہی تھوڑی تعداد میں ہیں اس لئے موثر کردار نہیں کر سکتے۔[5]

مسلمان معاشروں میں موجود اس نظریاتی افتراق کا حل صرف اس بات میں مضمر ہے کہ تمام مسلمان علاقائی، نسلی اور دیگر معاشرتی اقدار کی بجائے ان اسلامی تہذیبی اقدار کو تسلیم کریں جن کا ذکر قرآن و سنت میں موجود ہے۔

تعمیرِ سیرت کی اہمیت

تعمیر معاشرت کا آغاز تعمیر سیرت سے ہوتا ہے، فرد کے کردار کی تعمیر کے بغیر معاشرتی تعمیر اور اصلاح کا خواب کبھی بھی شرمندہ و تعبیر نہیں ہو سکتا، اس لئے اسلامی تعلیمات میں فرد کے کردار کی اہمیت کے پیش نظر "تعمیر سیرت" کے باقاعدہ اصول و ضوابط بیان کئے گئے، ایمان، اعتقادات، اخلاق اور تہذیبی ضابطے فرد کے کردار کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ الہامی اصولوں کی بنیاد پر تعمیر ہونے والے کردار کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، الہامی اصولوں کی بنیاد پر تعمیر ہونے والے کردار کی معاشرتی تعمیر میں کلیدی حیثیت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے افراد کے کردار کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی، افراد کے کردار سازی کے بعد دوسرے مرحلے میں جب اجتماعیت تشکیل پائی تو پھر عرب دنیا میں ایسا انقلاب رونما ہوا جس سے صدیوں پرانی جہالت کا خاتمہ ہوا اور انسانیت، امن و سلامتی اور تہذیب اور شائستگی سے روشناس ہوئی۔

تعمیر سیرت کے بنیادی تقاضے

تعمیر سیرت کے بنیادی تقاضوں کا ذکر قرآن پاک میں تفصیل سے موجود ہے۔

1۔ ایمان: تعمیر سیرت کا بنیادی تقاضا ایمان ہے، ایمانِ انسانی کردار کی تعمیر کا پہلا اصول اور بنیادی تقاضا ہے اس کے بغیر انسانی کامرانی ممکن نہیں، ارشاد خداوندی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَۙ[6]

2۔ بندگی رب: ایمان و یقین کی قوت حاصل کرنے کے بعد یہ لازم ہے کہ انسان اللہ کی بندگی کا فریضہ سرانجام دے، اللہ کے محبوب لوگ سب سے پہلے بندگی رب کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں بلکہ وہ حقیقت میں اللہ کے بندے ہی ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ عباالرحمن کا لقب دیتا ہے اور وہ عاجزی اختیار کرنے والے ہوتے ہیں۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا "رحمٰن کے بندے زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں"[7]

3۔ عجز و انکساری: تعمیر و سیرت کے عمل میں عجز و انکساری ایک بنیادی تقاضے کے طور پر موجود ہے، اسلامی تعلیمات میں غرور و تکبر، حسد، نفرت، تعصب، لالچ، خود غرضی اور مفاد پرستی کو مسترد کیا گیا ہے اور اللہ کے خاص بندوں کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے۔ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَۙ "اور وہ نمازوں میں عاجزی اختیار کرتے ہیں"[8]

4۔ مقصد حیات کا تعین: تعمیر و سیرت میں ایک اہم پہلو مقصد حیات کا تعین ہے مقاصد کے بغیر تعمیر و سیرت کا فریضہ کسی صورت سرانجام نہیں دیا جا سکتا، مقاصد حیات میں بے معنی اور لغو پہلوؤں کا خاتمہ بہت ضروری ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَۙ "اور وہ بے مقصد (لغویات) سے دور رہتے ہیں"[9] انسانی زندگی اللہ کا خوبصورت تحفہ ہے اسے صرف مقاصد کے ذریعے محفوظ بنایا جا سکتا ہے اس لئے انسانی زندگی میں بے مقصد سوچ، بے مقصد گفتگو، بے مقصد عادات، بے مقصد مشاغل اور بے مقصد دوستی اور دشمنی نہیں ہونی چاہیے بلکہ تمام معاملات میں "مقصدیت" کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔

5۔ بنیادی فرائض کی انجام دہی: تعمیر سیر کے عمل میں بنیادی فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی بہت ضروری ہے، انسان کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی ان ذمہ داریوں اور فرائض کو بخوبی سرانجام دے جن کا تعلق دوسروں کے حقوق اور معاشرت سے

ہو مثلاً قرآن مجید میں کامیاب لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ زکوۃ ادا کرنے والے ہوتے ہیں، اسی لئے کہ زکوۃ ایک ایسا فرض ہے جس کا تعلق دوسروں بالخصوص غریبوں اور محتاجوں کے حقوق سے ہے۔وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ[10] حضور اکرم ﷺ صحابہ کرام کی تربیت کے عمل کے دوران ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے معاملے کو بہت اہمیت دی تھی اور اپنی نصیحت میں کہا تھا کہ تم اس طرح اپنی ذمہ داریاں ادا کرو جیسے ایک چرواہا اپنے ریوڑ کا خیال رکھتا ہے۔

6۔ اخلاقی حدود کی پاسداری: اسلامی تعلیمات بالخصوص قرآن مجید میں کامیاب لوگوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اخلاقی حدود کا خیال رکھتے ہیں، اور اپنی معاشرتی زندگی میں اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے بلکہ اللہ کے متعین کردہ اصول وضوابط کے مطابق زنگی گزارتے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے۔وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ "اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں"[11] اخلاقی حدود کی پاسداری زندگی کے تمام امور سے لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر زندگی اور معاشرت کے تحفظ ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگوں کی یہ صفت ہے کہ وہ بدکاری نہیں کرتے۔وَ لَا یَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا[12] اور وہ نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں یہ کام جو کوئی کرے گا وہ اپنے گنا کا بدلہ پائے گا۔ اخلاقی حدود میں یہ بھی شامل ہے کہ معاشرتی معاملات میں امانت اور عدل کا مظاہرہ کیا جائے اور کسی بھی صورت میں عدل کے پیمانوں سے ہٹ کر کوئی اقدام نہ اٹھایا جائے۔

7۔ نظم وضبط اور وقت کی قدر: تعمیر سیرت کا عمل نظم ضبط سے مشروط ہے، نظم وضبط کائنات کی اصل حقیقت ہے، زندگی کی حقیقت نظم وضبط سے جڑی ہوئی ہے نظم وضبط کے بغیر زندگی اس کشتی کی مانند ہے جس کا کوئی ملاح موجود نہ ہو، اس لئے اسلامی تعلیمات وقت کی پابندی اور نظم وضبط کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ[13] اور (وہ) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ نمازوں کی محافظت کا ایک پہلو یہ کہ وقت کی مناسبت کا خیال رکھا جائے اور نماز اوقات کے مطابق ادا کی جائے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا "بے شک نماز مقررہ اوقات پر فرض کی گئی ہے"[14] اس طرح قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اوقات کی قسم کھائی ہے اور انسان کو باور کرایا ہے کہ وہ زندگی کے اوقات کو معمولی اور حقیر نہ سمجھیں، بلکہ زندگی کی نعمت کی قدر کرنے اور اپنے فرائض سرانجام دینے میں کسی قسم کی کوتہائی نہ برتے۔وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰىۙ(۱)وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىۙ[15] رات کی قسم جب چھا جائے اور دن کی قسم جب چمکے۔اصل حقیقت یہ ہے کہ سورج کا ہر روز مخصوص اوقات میں طلوع وغروب ہونا اور دن رات کا آنا جانا بے مقصد نہیں بلکہ اس میں وقت کی اہمیت اور فکر آخرت موجود ہے:اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ "بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں"[16] وقت کی نعمت سے فائدہ اٹھانا اور نظم وضبط کا مظاہر کرنا بہت ضروری ہے اس کے بغیر مثالی کردار کی تشکیل ناممکن ہے، اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی تھی۔ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کوئی چھوٹا سا پودا جسے وہ زمین میں لگانا چاہتا ہے تو اس حال میں بھی اگر اس کے لئے ممکن ہو تو ضرور لگا دینا چاہیے۔[17] اس نصیحت کا خاص پہلو یہ ہے کہ حالات جس قسم کے بھی ہوں نیکی اور اچھائی کے موقع کو غنیمت جان کر اعمال صالحہ سرانجام دینے چاہیں، اور یہ سمجھنا چاہیے کہ معمولی موقع کسی بڑے نیک عمل کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

8۔ صحبت صالح: تعمیرِ سیرت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ صالحین کی صحبت میں وقت گزارہ جائے اور اچھی اجتماعیت کا انتخاب کیا جائے۔ انسانی زندگی کے بگاڑنے اور سنوارنے میں اجتماعیت اور صحبت کے بڑے گہرے اثرات ہوتے ہیں اسی لیے اسلامی تعلیمات میں اہل ایمان کو یہ نصیحت کی گئی کہ وہ صالحین کی رفاقت اختیار کریں، صالحین کی رفاقت سے یقیناً انسانی زندگی پر مثبت اور اچھے اثرات مرتب ہونگے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا[18] "اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا" اسی طرح قرآن مجید میں عباد الرحمن (رحمان کے خاص بندوں) کو یہ بھی تلقین کی گئی کہ بری اور لغو مجالس / اجتماعیت سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور اچھی اور تہذیب والی مجالس میں بیٹھا کریں۔ ارشادِ خداوندی ہےوَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا[19] "کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں" حقیقت میں صالحین کی صحبت زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے، اس کے بغیر سعادت کی زندگی ناممکن ہے، سعادت کے تمام سر چشمے اچھی اجتماعیت سے جڑے ہوتے ہیں۔

9۔ اعتدال اور میانہ روی

تعمیرِ سیرت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ زندگی کے تمام امور یعنی انفرادی، اجتماعی، معاشی، الغرض دنیا و دین کے معاملاتمیں اعتدال اور میانہ روی کا ہونا بہت ضروری ہے اعتدال کے بغیر زندگی مسائل کا شکار ہو جاتی ہے، انفرادی زندگی اور معاشرتی معاملات میں تنازعات اور مسائل سے بچنے کی واحد صورت "اعتدال پر مبنی رویہ" ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے اعتدال پر مبنی راستے کو زندگی کا سب سے بہترین اور خیر مبنی راستہ قرار دیاہے اور اس کے ساتھ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اپنے خاص بندوں کی ہی صفت بیان کی ہے کہ وہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔وَ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا[20] "جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ ان کا خرچ دونوں اشیاوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتاہے" عصر حاضر میں انتہا پسندی، نفرت، انتقام، فضول خرچی، اور لالچ، کے رویوں کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مثبت روایات کو فروغ دیا جائے اور اعتدال اور میانہ روی کو زندگی کے تمام معاملات میں جگہ دی جائے تاکہ اطمینان اور سلامتی کا فروغ ہو سکے۔

10۔ عدل اجتماعی کا قیام

تعمیر معاشرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ عدل اجتماعی کا قیام یقینی بنایا جائے، عدل اجتماعی کے قیام کے بغیر معاشرتی تعمیر، اصلاح اور تحفظ کسی بھی صورت ممکن نہیں۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر عدل و انصاف کا حکم دیاہے قرآن مجید میں عدل کے لئے کئ الفاظ استعمال کئے گئے، جن میں سے عدل، قسط، میزان، اور وزن وغیرہ شامل ہیں حضور اکرم ﷺ نے ریاست مدینہ کی تشکیل میں معاشرتی اور معاشی انصاف کو بنیادی حیثیت دی تھی۔ قانون کی عمل داری میں تفریق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے بطور منصف انسانیت کے لئے ایک عظیم اسوہ حمیدہ چھوڑاہے، اللہ رب العزت کے تمام انبیا علیھم السلام کو علم کے ساتھ میزان عطا کیا تھا تاکہ انسانیت کو تحفظ میسر آئے۔لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[21] "بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور عدل کی ترازو اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں" کسی بھی معاشرے کا تحفظ عدل و انصاف کے نظام سے مشروط

ہے، عدل معاشرے کی روح ہے، عدل کے بغیر معاشرہ تاریک ہوتا ہے اور معاشرے میں ظلم، کو اور برائی کو فروغ ملتا ہے۔ اس جدید دور میں پر امن اور مستحکم معاشرے کی تشکیل کے لئے معاشرتی عدل کا قیام ضروری ہے، معاشرتی عدل کے قیام میں معاشی مساوات، وسائل کا منصفانہ تقسیم اور گردش دولت کے ضابطہ کو ہونا ضروری ہے، معاشی توازن قائم کئے بغیر معاشرتی عدل کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔ اسی لئے یہ ضروری ہے معاشرہ کی تعمیر کے عمل کے دوران ان حدود کا خیال رکھا جائے جن کا تعلق انفرادی، معاشرتی، معاشی، اور سیاسی حقوق سے ہو، حقوق کے تمام ضابطے عدل وانصاف کے مطابق ہوں، کسی بھی سطح پر بے اعتدالی بحران کے جنم کا ذریعہ بن سکتی ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو سکتا ہے اسی لئے یہ ضروری اور لازم ہے کہ عدل کا مستحکم نظام قیام کیا جائے، اہم بات یہ ہے کہ قرآن وسنت میں عدل کا جامع تصور موجود ہے، محدثین کرام نے کتب حدیث میں ابواب القضا مستقل طور پر قائم کئے ہیں، عصر حاضر میں عدل اجتماعی کے قیام کے لئے تمام ضروری اصول وضوابط موجود ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا کو تحفظ اور سلامتی فراہم کرنے کے لئے عالمی نظام عدل کے ساتھ قومی، علاقائی اور مقامی سطح پر عدل کے ضابطے قائم کرنے چاہیں۔

11۔ تہذیبی اقدار اور روایات کو فروغ

تعمیرِ معاشرت کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اسلام کی تہذیبی اقدار روایات کو فروغ دیا جائے۔ اس لئے کسی بھ معاشرے کی بقا اور سلامتی کا انحصار تہذیبی اقدار روایات پر ہوتا ہے، اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہمیں تہذیب وثقافت کا ایک جامع نظام مہیا کرتا ہے، اس نظام میں اعلیٰ نظریات، بلند نصب العین اور پاکیزہ اخلاقی روایات موجود ہیں۔ سید ابو الاعلی مودودی نے تہذیب کے عناصر ترکیبی کا ذکر کچھ اسطرح کیا ہے۔ (الف) دنیاوی زندگی کا تصور (ب) زندگی کا نصب العین (ج) اساسی عقائد وافکار (د) تربیتِ افراد کے اصول (ھ) نظام اجتماعی کے اصول[22]۔ ڈاکٹر خالد علوی رحمۃ نے درج ذیل اصولوں کو اسلامی تہذیب کی روح قرار دیا ہے: (1) وحدت ربانی (2) رسالت (3) جواب دہی کا تصور (4) وحدت نسل انسانی (5) عظمت انسانی (6) تقویٰ [23]

خلاصۂ بحث

اسلامی تہذیب وتمدن کی اقدار روایات جو ایمان ویقین، عاجزی، تقویٰ، عزت واحترام، علم وحکمت، رحمدلی، صلح رحمی، اخوت، مساوات، غور وفکر، مشاورت، تعاون، مثبت سوچ، محنت، تصدیق وتحقیق، عیب پوشی، عفوودر گزر، احسان، ہمدردی، امید، توبہ، ذمہ داری، نفع، خیر خواہی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، صبر وبرداشت، امن وسلامتی، خود شناسی، خود احتسابی، جہاد، اجتہاد، حلال وحرام میں فرق کرنا، میانہ روی، سخاوت، ایثار قربانی، شہادت حق وغیرہ سے معاشرہ محفوظ اور مستحکم ہوتا ہے۔ معروف مسلمان محقق محمد اسد رحمۃ نے مغرب تہذیب کے بڑھتے اثرات کو کم کرنے اور مسلمان معاشروں کے تحفظ کے لئے اسلامی تہذیب کی اقدار وروایات کو اختیار کرنے کو لازم قرار دیا ہے، اسلامی تہذیب کی اقدار وروایات کو اختیار کرنے کا مطلب تعمیر معاشرت ہے۔[24] علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ نے اپنے فکر اور فلسفے میں مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے معاشرتی معاملات میں تہذیبی اقدار وروایات کو اہمیت دیں۔ علم اور اجتہاد کی روایت سے مسلمانوں کا مستقبل محفوظ اور روشن ہو سکتا ہے اور مسلمانوں کی معاشرت مثالی معاشرت میں بدل سکتی ہے۔[25] تعمیر معاشرت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مستحکم نظریہ، تعمیرِ سیرت کے

لوازمات، عدلِ اجتماعی اور تہذیبی اقدار و روایات کو عملاً اختیار کیا جائے، اس حکمت عملی سے معاشرتی تعمیر اور اصلاح کا مقصد پورا کیا جا سکتا ہے۔

References

[1] Abū Al-A'lā Mudūdī, Tanqīḥāt(Lahore: Manshūrāt, 2003AD), 7.
[2] Al-Baqrah 2: 254.
[3] Al-'Ankabūt 29: 41.
[4] Abdul Ḥakīm, Islamic Ideology: The Fundamental Belief and principles of Islam and their application to practical life (Institute of Islamic Culture, 1993 AD), 105.
[5] Gohar Reḥmān, Tafḥīm al-Masāel, 5: 112.
[6] Al-Mominūn 23: 1.
[7] Al-Furqān 25: 73.
[8] Al-Mominūn 23: 2.
[9] Al- Mominūn 23: 3.
[10] Al-Mominūn 23: 4.
[11] Al-Mominūn 23: 5.
[12] Al-Furqān 25: 29.
[13] Al-Mominūn 23: 9.
[14] Al-Nisā 4: 103.
[15] Al-Lail 92: 1, 2.
[16] Al-Imrān 3: 190.
[17] Muhammad Ibn Ismā'īl Bukhārī, Al-Jāmi Al-Ṣaḥīḥ, 1: 312.
[18] Al-Furqān 25: 74.
[19] Al-Furqān 25: 73.
[20] Al-Furqān 25: 67.
[21] Al-Ḥadīd 57: 25.
[22] Abū Al-A'lā Mudūdī, Islāmī Tehzīb aur us k Uṣūl-o-Mubādī (Lahore: Manshūrāt, 2003AD), 150.
[23] Dr. Khālid 'Alvī, Thaqāfat kā Islāmī Taṣawur(Islamabad: Da'wā Accadmey, 2005AD), 19.
[24] Muhammad Asad, Islam Duhrāy Per, 65.

[25] 25. Allama, M. Iqbal, The Reconstruction of Religions thoughts in Islam, 200.